اہالیانِ سندھ و کراچی کے نام پیغام

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اہالیانِ سندھ وکراچی کے نام پیغام

اختلافِ مذاہب کے باوجود تمدنی، علمی اور اقتصادی امور میں اتحاد ہوسکتا ہے

(تقریر فرمودہ ۱۷ فروری ۱۹۳۶ء بمقام کلارنی ہوٹل کراچی)[1]

مجھے سب سے پہلے ان احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے اپنے کاموں کا حرج کر کے یہاں آنے کی تکلیف گوارا کی ہے پھر مَیں اس بات کی معذرت کرنا چاہتا ہوں کہ میں انگریزی میں نہیں بول سکوں گا۔ اِس مجلس میں بعض احباب ایسے ہیں جو اُردو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ گو مَیں انگریزی سمجھ لیتا ہوں لیکن افسوس ہے کہ بولنے میں حجاب محسوس کرتا ہوں اور یہ میرے لئے ایک مشکل ہے جس میں سے مجھے کئی دفعہ گزرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء میں جب مَیں یورپ گیا تو سائنر مسولینی کی ملاقات کے انتظام کے لئے جو اُن دنوں بھی خاصی شُہرت حاصل کر چکا تھا، میں نے خان ذوالفقار علی خان صاحب کو جو علی برادران کے بڑے بھائی ہیں اور اُن دنوں میرے چیف سیکرٹری تھے، سفیر برطانیہ کے پاس بھیجا۔ اُن دنوں ایک سوشلسٹ لیڈر کی لاش برآمد ہوئی تھی جو کچھ مدت سے غائب تھا اور اس کی وجہ سے ملک میں سخت شورش اور بے چینی پیدا ہو رہی تھی۔ اس لئے اُن دنوں مسولینی نے ملاقات بند کی ہوئی تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ مَیں دُور سے آیا ہوں اور ایک جماعت کا امام ہوں انہوں نے ملاقات منظور کر لی جب مَیں اُن سے ملنے گیا تو خان ذوالفقار علی خان صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ وہ اٹیلین میں بات کرتا تھا اور اُس کا سیکرٹری انگریزی میں ترجمہ کر کے خان صاحب کو بتاتا تھا اور پھر خان صاحب مجھے اُردو میں ترجمہ کر کے بتاتے تھے۔ مَیں اُردو میں بات کرتا تھا جس کا انگریزی ترجمہ کر کے خان صاحب مسولینی کے سیکرٹری کو بتاتے تھے وہ اٹیلین میں ترجمہ کر کے مسولینی کو سناتا تھا تھوڑی دیر کے بعد

مسولینی اور اُن کا سیکرٹری دونوں ہنس پڑے۔ مجھے یہ عجیب بات معلوم ہوئی میں نے خاں صاحب سے کہا۔ ان سے پوچھئے کہ یہ کیا بات ہے۔ خان صاحب کے پوچھنے پر اُس نے کہا بتاؤ یہ جو آپ کے امام ہیں انگریزی سمجھتے ہیں؟ خان صاحب نے کہا۔ سمجھتے تو اچھی ہیں لیکن بولنے میں حجاب محسوس کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ بس اسی لئے ہم ہنسے ہیں۔ کیونکہ آپ ان کی بات کا ترجمہ کر رہے تھے کہ فوراً انہوں نے روکا کہ آپ نے اس حصہ کا غلط ترجمہ کیا ہے اور پھر کہا کہ یہی حال مسولینی کا ہے وہ بھی انگریزی سمجھتا ہے لیکن بولنے میں حجاب محسوس کرتا ہے۔

تو آج بھی میرے راستے میں وہی مشکل حائل ہے اس لئے مَیں معذرت کرتا ہوں کہ مَیں انگریزی میں تقریر نہیں کروں گا۔

اس کے بعد میں ایک بات ایڈریس کی غلطی کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ ایڈریس میں بیان کیا گیا ہے کہ میں پہلی دفعہ حج کو جاتے ہوئے کراچی آیا تھا۔ چونکہ پنجاب کے حاجی عموماً کراچی سے گزرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے ایڈریس پڑھنے والے دوست نے بھی فرض کر لیا کہ میں بھی کراچی سے گزرا ہوں گا۔ حالانکہ میں ایک اٹیلین جہاز میں بمبئی سے مصر گیا تھا اور وہاں سے حج کے لئے مصری جہاز پر جدہ گیا۔

اس کے بعد مَیں مختصر طور پر اپنے دوستوں کی خواہش کے مطابق اہلِ کراچی اور اہلِ سندھ کے نام ایک پیغام دیتا ہوں۔ مگر چونکہ یہ تقریب کھانے کی تھی نہ کہ تقریر کی اس لئے میں اس امر کا خیال رکھوں گا کہ شامل ہونے والے احباب کا زیادہ وقت خرچ نہ ہو۔ میرا پیغام یہ ہے کہ دنیا میں اختلاف کبھی نہیں مٹ سکتا۔ جب ایک باپ کے دو بیٹوں کی شکلوں میں اختلاف ہوتا ہے تو یہ امید رکھنا کہ تمام دنیا کی طبائع ایک ہو جائیں اور سب اختلافات مٹ جائیں ناممکن ہے۔ لیکن ایک چیز ہم کر سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم کرتے نہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم اگر یقین کر لیں کہ ہمیں ایک خدا نے پیدا کیا ہے اور اس کے تعلقات ماں باپ کے تعلقات سے بھی زیادہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ باوجود اختلاف کے ہم ایک دوسرے سے مخلصانہ تعلقات نہ رکھ سکیں۔ چونکہ اس مجلس میں غیر مُسلم احباب بھی شامل ہیں مَیں انہیں بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ ہمارے آنحضرت ﷺ ایک جنگ میں شامل تھے۔ آپ پر مکہ والوں نے حملہ کیا تھا دورانِ جنگ میں ایک عورت جس کا بچہ کھو یا گیا گھبرائی ہوئی دیوانوں کی طرح پھر رہی تھی۔ اور وہ اپنے اس غم اور جستجو میں اس بات کو بُھول گئی تھی کہ لڑائی ہو رہی ہے اُسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہ سے جو حضور کے

اِردگرد تھے۔ فرمایا دیکھو! کیسی خطرناک جنگ ہو رہی ہے یہ عورت دیکھ رہی ہے کہ مکہ والے شکست کھا کر بھاگے جارہے ہیں اور چاروں طرف قتل و خونریزی کا میدان گرم ہے۔ مگر اِس کی نظر میں صرف ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ اس کا بچہ مل جائے۔ چنانچہ کچھ دیر جستجو کرنے کے بعد اُسے اُس کا بچہ مل گیا اور وہ اطمینان سے بیٹھ گئی۔ تو اُس وقت بھی اپنی خوشی میں اس بات کو بھول گئی کہ لڑائی ہو رہی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ نظارہ دیکھا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ تم نے اسے دیکھا کہ یہ کیسے اطمینان سے بیٹھی ہوئی ہے پھر فرمایا جس طرح اِس عورت کے دل میں اپنے کھوئے ہوئے بچہ کے ملنے سے محبت کے جذبات موجزن ہیں اِس سے بدرجہا زیادہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کھوئے ہوئے بندہ کے دوبارہ رجوع سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔[۲] اور یہ ایک عقلی بات ہے اگر چند ماہ تک پیٹ میں رکھنے والی عورت کو اپنے بچہ سے اس قدر محبت ہوسکتی ہے کہ وہ اس کی علیحدگی کو تھوڑی دیر کے لئے بھی گوارا نہیں کرسکتی تو وہ خدا جو انسان کا خالق و مالک اور ربّ ہے کیا یہ ممکن ہے کہ اپنے بندوں کے لئے اس کی محبت اس عورت سے بھی کم ہو۔

پس جبکہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جو ماں باپ کے رشتہ سے زیادہ قوی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے آپس کے تعلقات خراب ہوں جبکہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا عیب دیکھ کر ذلیل نہیں کرتا بلکہ اُس کی عیب پوشی کرتا ہے اور اُس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً ایک بھائی اگر چور ہے تو دوسرا بے شک اُس کے چوری کے فعل کو تو حقارت کی نظر سے دیکھے گا لیکن بھائی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کی اصلاح کی کوشش کرتا۔ اسی طرح بے شک ہمارا آپس میں اختلاف ہے لیکن اگر ہم خدا تعالیٰ کے رشتہ کو محسوس کریں تو جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے سوائے اس کے کہ وہ اچھے اخلاص سے عاری ہو، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش نہ آئیں۔ مَیں یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سارے مذاہب سچے ہیں۔ بے شک سارے مذاہب اپنے اصل کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن ایک لمبا عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان میں ایسی تبدیلیاں ہوگئی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان مذاہب کی موجودہ شکل اور ابتدائی شکل میں **بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ** ہے اور ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ موجودہ صورت میں یہ تمام عقیدے خدا تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں لیکن باوجود اِس قدر اختلاف کے ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اِس اختلاف کی وجہ سے آپس میں

لڑنا بے معنی ہے۔

ہمارے رسول کریم ﷺ کے حالات میں اس اصل کی ایک نہایت لطیف مثال موجود ہے۔ نجران جو یمن کا ایک حصہ ہے وہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مذہبی بحث کرنے کیلئے حاضر ہوا۔ گفتگو لمبی ہوگئی۔ ایک دن (جو غالبًا اتوار کا دن ہوگا کیونکہ تین دن کی گفتگو میں صرف ایک دن نماز کا ذکر آتا ہے) عصر کے وقت انہوں نے اس خیال کا اظہار کرکے بحث کو ختم کرنا چاہا کہ ہماری نماز کا وقت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ مسجد خدا کا گھر ہے تم اِسی میں عبادت کرلو۔ چنانچہ اُسی جگہ اسی مسجد میں رسول کریم ﷺ کے سامنے ان لوگوں نے اپنی عبادت کرلی۔[۳] اگر ہمارے آنحضرت ﷺ اخلاق کا یہ نمونہ دکھاتے ہیں اور پھر ایسے موقع پر جہاں توحید اور شرک کا اختلاف ہے تو اِس میں ہمارے لئے ایک نہایت قیمتی سبق چھوڑتے ہیں کہ ہمیں مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپس کی رواداری کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے خود ۱۹۲۴ء میں لنڈن کی مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے اِس واقعہ کو مدنظر رکھ کر اعلان کیا تھا کہ اگر کوئی شخص مسجد کے نظام کی پابندی کرتے ہوئے اِس مسجد میں اپنی عبادت کرے تو خواہ وہ کسی مذہب و ملّت کا ہو اِس کی اجازت ہوگی۔ مجھے یاد ہے کہ جب مَیں نے یہ اعلان کیا تو یورپین لوگ نہایت حیرت زدہ ہوکر کہنے لگے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ مسلمان دوسروں کے قتل کی فکر میں رہتا ہے اور آپ نے یہ تعلیم بیان کی ہے۔

اپنی عبادت گاہ میں نظام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسروں کو عبادت کی اجازت دینا ہرگز کوئی معیوب بات نہیں بلکہ یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے اس سے ہمارے دل میں خدا کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ دیکھو اگر میرے سامنے کوئی شخص میرے والدین سے محبت کا اظہار کرے تو مَیں خوش ہی ہوں گا ناراض نہیں ہوں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں مذاہب کی اِس خصوصیت کو بالکل چھوڑا جا رہا ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ کے احسانات میں سے یہ بھی ایک بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے مُخْتَلِفُ الْخیال فرقوں اور قوموں کے درمیان صلح کا ایک نہایت احسن طریق پیش فرمایا۔ آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کا کہ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[۴] یعنی دنیا میں کوئی قوم نہیں جس میں کوئی نہ کوئی نبی نہ گزرا ہو۔ اپنی متعدد کتب اور تقریروں میں ذکر فرمایا ہے۔ اِس تعلیم کے ماتحت آپ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں ہندوؤں کے نبیوں کو بھی مانتا ہوں۔ عیسائیوں کے نبیوں کو بھی مانتا ہوں کیونکہ اس میں قرآن کریم کی سچائی کا ثبوت ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کی اِس

تعلیم کو اپنا اصول قرار دے لیں جس پر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بہت زور دیا ہے تو ہمارے آدھے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ اِسی سندھ میں بعض ایسے واقعات ہوئے ہیں جن کا ذکر مناسب نہیں مگر ان کی وجہ سے قومی لڑائیاں ہوئیں۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ وہ لڑائیاں عارضی ہوتی ہیں مگر ہم عارضی لڑائی بھی کیوں ہونے دیں۔ وہ خدا جو ربّ العالمین ہے۔ ہندوؤں کا بھی ویسا ہی ربّ ہے جیسا مسلمانوں کا۔ عیسائیوں کو بھی اسی طرح روزی دیتا ہے جیسی یہودیوں کو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس نے جسمانی غذا تو تمام اقوام کو پہنچائی ہو لیکن روحانی طور پر راہنمائی کے لئے صرف کسی ایک قوم کو چُن لیا ہو۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم ایک دوسرے کے بزرگوں کا ادب اور احترام کریں کہ اِسی میں ہمارے بزرگوں کا ادب و احترام مخفی ہے۔

سندھ ایک نیا صوبہ بننے والا ہے نئے لوگوں کو نئی روایات قائم کرنا ہوتی ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ سندھ کے لوگوں میں باوجود شدید اختلافِ مذہب کے تمدنی، علمی اور اقتصادی تعلقات میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ ہم سارے خدا کے بندے اور اُس کی مخلوق ہیں۔ خدا جس طرح ہندو کی بہتری چاہتا ہے عیسائی کی بھی ویسے ہی چاہتا ہے اور مسلمان کا بھی وہی مالک ہے۔ کئی چھوٹے بھائی ہوتے ہیں جو بڑے بھائیوں کے لئے مشعلِ راہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ علمی، اقتصادی اور تمدنی تعلقات کو اُس معیار تک بلند کرلو کہ یہ چھوٹا صوبہ بڑا بن جائے اور دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے تو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت اور ادب و احترام کے لئے صرف اسی ایک تعلیم کا پیش کرنا ہی کافی ہے۔ دیکھو! آپ وہ انسان ہیں جنہیں نبیوں کو گالیاں دینے والا کہا جاتا ہے گو آج اس عظیم الشان اور بلند پایہ تعلیم کی لوگ قدر نہ کریں لیکن ایک زمانہ کے بعد اس کی بہت قدر ہوگی۔ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے کہ بظاہر نبی ناکامی کی صورت میں چلا جاتا ہے لیکن کچھ مدت کے بعد اس کی قدر کرنے والے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ اِس بات کو سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ غلطی پر تھے اور یہ کہ ہماری بہتری اور نجات کا یہی ذریعہ تھا جسے ہمارے بزرگوں نے ردّ کر دیا۔ بے شک اس بات میں ایک رنج پایا جاتا ہے مگر ہمیشہ اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے کہ ایک مصلح کے وقت میں اُس کی تعلیم کی قدر نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے اسے سخت سے سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حقیقی کامیابی کے لئے انسان کو ایک صلیب پر چڑھنا پڑتا ہے چنانچہ اسی صلیب پر

بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو چڑھنا پڑا اور اِسی پر ہم چڑھ رہے ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ اختلاف کُلّی طور پر نہیں مٹ سکتا مگر میرے دل میں کبھی کسی ہندو، سکھ یا عیسائی کیلئے نفرت پیدا نہیں ہوئی۔ میں اس معاملہ میں یہاں تک تیار ہوں کہ اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ مَیں نے کبھی کسی ہندو، عیسائی یا سکھ کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ میری عمر اِس وقت ۴۷ سال ہے مگر اس میں سے ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں میرے دل میں کسی شخص کے متعلق دشمنی کے جذبات پیدا ہوئے ہوں۔ مگر مخالفتوں کی صلیب ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ تمام ترقیات مشکلات میں سے گزر کر حاصل ہوتی ہیں۔

پس میں اہلِ سندھ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ مذہبی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی عزت کریں۔ مذہب کے متعلق بیشک غیرت رکھو لیکن عقائد کے لحاظ سے نہ کہ انسانوں کے لحاظ سے۔ عیب دار سے نفرت کرنا ظلم ہے ہاں عیب سے نفرت کرنی چاہئے۔ جب جسمانی بیمار کی ہمدردی ضروری ہے تو روحانی بیمار کا تو اور بھی زیادہ خیال ہونا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقت کی رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس وقت مَیں نے کافی کہہ دیا ہے پھر کبھی اگر موقع ملا تو تفصیلی طور پر بیان کر سکتا ہوں۔

جب ہمارا اللہ جو سارے جہانوں کا مالک ہے تمام لوگوں کا ربّ بنتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان سے نفرت کا اظہار کریں۔ اگر ہم اپنے رب کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ دوسروں کی عزت کریں اس نصیحت کے بعد مَیں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

(الفضل ۲۶۔فروری ۱۹۳۶ء)

---

[۱] ۱۷۔فروری ۸ بجے شام کلارنی ہوٹل میں جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر دیا گیا۔ جس میں ہندو، مسلم اور عیسائی ہر طبقہ کے معزز اصحاب شامل تھے۔ قاضی خدابخش صاحب میئر آف کراچی، ڈاکٹر شراف صاحب چیف آفیسر رائے بہادر، سیٹھ شورتن مہتہ، مسٹر حویلی والا ایڈیشنل جوڈیشل کمشنر، مسٹر ڈی۔پی۔دستور، مسٹر ٹکم داس دادھومل ایکس میئر، ڈاکٹر سعید، مسٹر حاتم اے علوی، مسٹر حاتم طیب جی بار ایٹ لاء، مسٹر محمد اسلم بار ایٹ لاء، ڈاکٹر ہنگورانی، ایڈیٹر ڈیلی گزٹ،

ایڈیٹر سندھ آبزرور۔ ایڈیٹر آفتاب، پرنسپل رام سہائے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد حاجی عبدالکریم صاحب وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کراچی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں حضور نے یہ تقریر فرمائی۔

۲؎ بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته

۳؎ السیرة الحلبیة الجزء الثالث صفحہ ۲۳۹۔ مطبع محمد علی صبیح میدان الازہر مصر ۱۹۳۵ء

۴؎ فاطر: ۲۵